سیرت رسول ﷺ میں انسانی حقوق کی وسعت

تحریر: ڈاکٹر نورالدین جامی، چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

حقوق کے بارے میں اگر سوچ و بچار کی جائے تو انسان کی کیفیت وحالت دوسری تمام مخلوقات سے جدا ہے کیونکہ بنی نوع انسان کے لئے جو حقوق فطرت نے وضع کئے ہیں وہ دوسری مخلوقات کی طرح خود بخود انہیں مل رہے ہیں بلکہ ہر زمانے کے انسان اپنی اپنی حدود کے اندراس کے حصول کے لئے کوشاں رہے ہیں اگر انسانیت کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ دنیا میں سینکڑوں انقلابات حقوق کے نام پر رونما ہوئے ہیں۔لاتعداد جنگیں حقوق کی حفاظت کی خاطر اپنی جانوں پر کھیل گئے لیکن ہر زمانے میں ہر انقلاب، جنگ اور بغاوت کے بعد حقوق انسانی کو پھر وہی حشر دیکھنا پڑتا جو انقلاب سے پہلے تھا لیکن یہ حقیقت واضح ہے کہ تمدن و معاشرت کے زمانہ آغاز سے لے کر آج تک انسان کے حقوق کا تعین و تحفظ انسانیت کے درمیان وجہ نزاع بنی ہوئی ہے اور کوئی دور اس مذاکرے اور مباحثے سے خالی ہی نہیں رہا۔خصوصازمانہ حاضر میں اس مسئلے نے خاصی اہمیت حاصل کرلی ہے۔

حال ہی میں انسانی حقوق پر یورپ میں کافی کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔تاہم یہ مسئلہ ابھی تک یورپ کے ترقی یافتہ ممالک میں اتنا ہی پیچیدہ اور متنازعہ ہے جتنا کہ باقی دنیا کے غیر ترقی یافتہ ممالک میں ہے۔دنیا کے مختلف ممالک کی طرف سے حقوق انسانی کی جو خود ساختہ تشریحات پیش کی جاتی جاتی ہیں۔ان تشریحات اور بحث و مباحثے سے یہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ مستقبل قریب میں اس مسئلے کا حل اگر ممکن نہیں تو ناممکن حد تک مشکل ضرور ہے۔کیونکہ ہر انسان کے ہاں حق کا اپنا معنی و مطلب ہے جو بعض اوقات دوسروں سے تصادم کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔حق کے اس طرح استعمال سے معاشرے کو کئی قسم کی دشواریوں کا سامنا ہے۔لہذا اس امر کی ضرورت ہے کہ اہل علم حق کے معنی و مطلب کو واضح کرتے ہوئے اس کی حدود متعین کریں۔اس مقصد کے لئے یہاں سب سے پہلے حق کی لغوی واصطلاحی تحقیق کی کوشش کی جاتی ہے۔

حق کی لغوی تحقیق:۔

حق کے لئے عربی، فارسی، اردو زبانوں میں حق ہی لفظ استعمال ہوا ہے۔اصل میں یہ عربی کا لفظ ہے جو تین حروف ح ق ق سے بنا ہے۔الحق مصدر ہے اس کا ماضی حق اور مضارع یحق آتا ہے اور باب

ضرب یضرب سے ہے اس کی جمع حقوق بنتی ہے۔

امام راغب اصفہانی نے اس کا یہ معنی لکھا ہے۔

"اصل الحق المطابقته والموافقته کمطابقته رحل الباب فی حق لدورانه علی استقامته "(۱)

یعنی حق مطابقت اور مکمل موافقت کو کہتے ہیں جیسا کہ دروازے کی چول اس کے گڑھے میں یوں بیٹھ جائے کہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہے۔

استاد محترم مولانا عبد الرشید نعمانی نے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے۔(۲)

ابن منظور افریقی حق کے معنی لکھتے ہیں۔

الحق نقیض الباطل(۳)

حق باطل کا توڑنے والا(یعنی کامل ضد) ہے۔

اس کے علاوہ مجد الدین الفروز آبادی نے حق کے معنی یہ لکھے ہیں۔

(۱)ضد الباطل(باطل کا الٹ یا برعکس)(۲)الموجود (موجود)(۳) الثابت(ثابت ہونا، موکد ہونا، غیر متحرک، ظاہر مستقل)(۴)الحزم (باندھنا، سینہ میں کسی چیز کا پھنس جانا)(۵)الیقین(واضح ہونا، یقینی امر، زوال شک)(۶)المال والملک(ملکیت)(۷)الموت(موت، مرنا)(۸)الحظ(حصہ)(۹)النصیب(حصہ) (۱۰) العدل (برابری، انصاف)(۱۱) الجدیر (لائق ہونا) (۱۲) صواب(ٹھیک، لائق) (۱۳) الواقع فی الحقیقت(جو حقیقت میں واقع ہو) (۱۴) واجب (لازم) (۱۵) غیر باطل (جو باطل نہ ہو) (۱۶) صدق (سچ) (۱۷) اللازم)ضروری) (۱۸) الجائز (روا۔مباح) (۱۹) اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے۔ (۴) دائرہ المعارف میں لفظ حق کے تقریباً یہی معانی بیان ہوئے ہیں۔ (۵)

علامہ وحید الزماں حق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

، حکمت کے ساتھ پیدا کرنے والا، وہ چیز جو حکمت کے ساتھ پیدا کی گئی ہو یا بنائی گئی ہو۔ صحیح اعتقاد اور قول جو واقع کے مطابق ہو۔ مضبوط و مستحکم ہو، (۶)

انگریزی میں حق کے لئے رائٹ(Right) کالفظ استعمال ہوا ہے اور آکسفورڈ انگلش ڈکشنری(The Oxford Engligh Dictionary) میں لفظ رائٹ(Right) کے لغوی معنی یوں کئے گئے ہیں۔

(1) Equitable (2) Straight (3) To full Completly (7) At all points, in very sispect (5) Facet

پریکٹیکل ڈکشنری(Practical Dictionary) میں لفظ(Right) کے معنی یوں دیئے ہیں۔

(1)correct (2) Just (3) Straight) (4) Exactly (5) Preperly (6) True (7) Privilege

حق کی اصطلاحی تعریف:۔

حق کی اصطلاحی تعریف جاننے کے لئے ہم حق کے بارے میں مسلم مفکرین وزعماء، و مغربی مفکرین و مصنفین کے خیالات نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

حق کی تعریف مسلم مفکرین کی نظر میں:۔

علماء اصول فقہ کے ہاں مکلفین کے وہ افعال جن کا شرعی احکام سے تعلق ہے ان سے مقصود یا تو عام مصلحت ہوتی ہے یا خاص اگر انکا مقصد معاشرے کی عام مصلحت ہو تو وہ فعل، اللہ تعالیٰ کا حق کہلاتا ہے اور اگر ان سے مقصود کوئی خاص مصلحت ہو تو وہ بندے کا حق ہوتا ہے۔(۸)

محشی نور الانوار، مولانا عبدالحلیم حاشیہ نور الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ اصول فقہ کی اصطلاح میں حق سے مراد وہ حکم ہے جو ثابت ہو پھر ہر حکم کا تعلق یا تو حقوق اللہ سے ہوگا یا حقوق العباد سے ہوگا۔ پس حقوق اللہ سے وہ حقوق مراد ہیں جو خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہوں یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہوں اور حقوق العباد سے مراد خالص وہ حقوق ہیں جو بندوں کے ساتھ مختص ہوں۔(۹)

علمائے اصول کے علاوہ دیگر علوم فنون کے علماء وماہرین نے بھی حق کی تشریح و توضیح کی ہے جن میں چند ایک توضیحات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حق اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل و دل دونوں کو ایک ساتھ محبوب ہو اور جو علم اور عمل دونوں پر یکساں طور پر حاوی ہو اور ظلم و فساد کی ضد ہو(۱۰)

۲۔ جو شے انسان کے فائدے کی ہو اور اس کا مطالبہ بھی جائز ہو تو وہ حق کہلاتی ہے۔(۱۱)

۳۔ جو چیز انسان کے فائدے کے لئے ہو وہ اگرچہ حق کہلاتی ہے مگر ہر حق ایک بلکہ دو فرض کا حامل ہوتا ہے پہلا یہ کہ دوسروں پر اس کے حق کا احترام فرض ہے۔ دوسرا یہ صاحب حق کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اس حق کو امن عام اور اجتماعی فلاح کے لئے استعمال کرے کیونکہ حقوق جماعت کا صدقہ ہیں اور جماعتی فلاح کے ساتھ مقید ہیں تو اس قید کو پورا کرنا اس کے ذمے ازحد ضروری ہے۔(۱۲)

حق کی تعریف مغربی مفکرین کی نظر میں:۔

لاسکی(Laski) حقوق کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

Rights, infact, are those condition of social life with out which no man can seek, in general to himself at his best.(13)

یعنی حقوق انسان کی معاشرتی زندگی کی وہ صلاحیتیں ہیں جن کی عدم موجودگی میں انسان اپنی شخصیت کو پروان نہیں چڑھا سکتا۔ ٹی ایچ گرین (T.H.Green) نے حقوق کی تعریف یوں کی ہے۔

A Right is power claimed and recognised as contributory to common good.(14)

یعنی حق ایسی دعوی کردہ طاقت ہے جو فلاح عامہ کے لئے مددگار ثابت ہوتی ہے۔

ہالینڈ(Holland) نے حق کی تعریف اس انداز سے کی ہے۔

One man,s Capacity of influencing the act of other, by means, not of his stregnght but of opinion or the forece of society.(15) یعنی حق سے مراد ایک شخص کی وہ صلاحیت ہے جس سے وہ دوسروں کے افعال پر اپنی طاقت سے نہیں بلکہ معاشرے کی رائے اور طاقت سے قابو پا سکتا ہے۔

solmand نے حق کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

A interest and protected by the law (16)

Solmand نے اپنی تعریف میں ایسے مفادات کو حق قرار دیا ہے جو قانونی طور پر تسلیم ہو اور قانون کے ذریعے اسے تحفظ حاصل ہو۔ مفکرین کی تعریفات سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ انسانی فطرت کے دو نمایاں پہلو ہیں ایک انسان کا ذاتی یا انفرادی اور دوسرا معاشرتی یا اجتماعی، انفرادی طور پر انسان کچھ کرنا، سوچنا یا لینا چاہتا ہے اس کی جسمانی ضروریات اسے روٹی، کپڑااور مکان کی تلاش پر مجبور کرتی ہیں اور ان کی معاشرتی ضروریات مثلاً دوستی، ہمدردی، محبت یا نفرت کے جذبات انسان کو دوسرے افراد سے منسلک کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ انسان کے عملی اور ذہنی ثقافتی اور دوسرے رجحانات ارادوں اور منصوبوں کی تکمیل کے لئے وہ اپنے کردار اور ذہن کی نشوونما کرتا ہے اور اپنے مفادات حاصل کرتا ہے مگر یہ کام وہ صرف دوسرے افراد میں رہ کر ہی کرسکتا ہے اور اس کے لئے بھی دوسروں کی رضامندی اور تعاون ضروری ہے۔

پس جب انسان اسی طرح کچھ کرنا، سوچنا یا حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو دوسرے انسانوں کے تعلق اور تعاون کی حاجت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے فرض اور حق کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ مزید براں اجتماعی زندگی میں انسان اپنی تکمیل خواہشات کے سلسلے میں بعض چیزوں کی ملکیت کا دعوی بھی کرتا ہے مگر عین ممکن ہے کہ اس چیز کا دعوی کوئی اور شخص بھی کردے ایسی صورت میں ملکیت کے حق کا فیصلہ کرنے کے لئے یکساں اور مسلمہ ضابطے اور اصولوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ضابطے کے مطابق

جس چیز کو ہم اپنا کہہ سکیں وہ ہمارا حق سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے دنیا میں ہر انسان پر دوسرے انسانوں اور حیوانوں کے متعلق کچھ حقوق (فرائض) عائد کئے ہیں ان حقوق کو ادا کرنا انسان کے لئے بہت ضروری ہے۔ حقوق بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں۔

(۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد

حقوق اللہ سے مراد وہ حقوق ہیں جو انسان پر اللہ کے متعلق فرض ہیں۔ ان میں خدا کی توحید کا اقرار کرنا، عبادت کرنا اور خدا کے دیے ہوئے دین پر عمل کرنا شامل ہے۔

حقوق العباد سے مراد وہ حقوق ہیں جو انسان پر دوسرے انسانوں کے متعلق فرض ہیں ان میں دوسرے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، اعلی اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور مختلف رشتوں کے حقوق پورا کرنا شامل ہے۔

انسان کا دنیا کی کی ہر چیز، جس کا اس کے نفع کے ساتھ تعلق ہے، لگاؤ ہے اور اس لگاؤ کا تقاضا ہے کہ اس چیز کی ترقی اور حفاظت کی کوشش کی جائے اور اس سے وہ کام لیا جائے جس کے لئے خدا نے اسے پید کیا ہے اور ہر اس پہلو سے بچایا جائے جس سے اس کی نفع رسائی کو نقصان پہنچے۔ اس ذمہ داری کا نام، حق، ہے۔ جس کو از خود ادا کرنا ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم۔ (۱۷)

(اور ان کے مالوں میں سائل کا اور اس کا حق ہے جس پر افتاد پڑی ہو)

وات ذاالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل۔ (۱۸)

(اور تو قرابت والے کو اس کا حق دے کا اور مسکین کو اور مسافر کو)

اللہ تعالیٰ نے جب کسی انسان کو دولت عطا فرمائی تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ جن کو یہ چیز ملی ہے ان کو چاہیئے کہ اس میں سے تھوڑا تھوڑا غریبوں کو بھی دیا جائے۔ یہ ان کا حق ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ

ولاھلک علیک حقا۔ (۱۹)

(تیری بیوی، بچوں کا تجھ پر حق ہے۔)

انسان کا خود اپنے آپ پر بھی حق ہے اسکے ایک ایک عضو کا اس کے اوپر حق ہے۔

حدیث میں ہے کہ

ولنفسک واھلک علیک حقا۔(۲۰)

(بیشک تیری جان اور تیرے اہل خانہ کا تجھ پر حق ہے۔)

حقوق کی وسعت:۔

جب انسان کا تعلق کائنات ارضی کی ایک ایک چیز سے ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری بھی اس کی ہر چیز سے متعلق ہے۔ جمادات سے بھی کہ ان کو بے توقع صرف نہ کیا جائے۔ نباتات سے بھی کہ ان کو نشوونما کا موقع دیا جائے ہے حیوانات کو تکلیف نہ دی جاجائے اور خود انسان کا اپنے اوپر بھی حق ہے کہ اس کا ہر عضو جس غرض کیلئے بنایا گیا ہے اس سے مناسب طور پر کام لے۔

غرض اسلام نے ان حقوق کو تمام کائنات میں اس طرح تقسیم کیا ہے کہ اس کا دائرہ محیط اعظم بن کر پھر آہستہ آہستہ سمٹتا ہوا بتدریج کم ہو کر مرکز پر آ کر ختم ہوجاتا ہے۔

انسان کے علاوہ دوسری جاندار چیزوں کے انسان پر دو حق ہیں ایک یہ کہ جس غرض اور منفعت کے لئے وہ پیدا کی گئی ہیں ان سے وہی کام لیا جائے دوسرا یہ کہ ان کے قدرتی نشوونما، پرورش اور ترقی میں وہ رکاوٹ نہ پیدا کرے بلکہ اس کے مناسب اسباب فراہم کرے۔ یہ دونوں حقوق اصل میں قرآن پاک کی اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں۔

ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعا(۲۱)

(زمین میں جو کچھ ہے وہ خدا نے تمہارے (یعنی انسانوں کیلئے) پیدا کیا)

کہ جب انسان کے لئے یہ سب چیزیں پیدا ہوئیں تو انسان کا فرض ہے کہ ان سے وہی کام لے جس کے لئے وہ بنائی گئیں۔

عن ابی هریره عن نبی صلی الله علیه وسلم قال بینهما رجل راکب علی بقرة التفت الیه وقالت لم اخلق لهذا خلقت لجراثة.(۲۲)

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک آدمی بیل پر سوار جارہا تھا کہ دفعتا اس نے منہ پھیر کر سوار سے کہا کہ میں تو اس کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہوں بلکہ کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں۔

اوراسی طرح درخت لگانا ثواب کا کام کہا گیا ہے۔

انس بن مالک قال قال النبی صلی الله علیه وسلم مامن مسلم یغرس غرسا اویزرع زرعا فیا کل منه طیر او انسان او بهیمة الا کان له به صدقة.(۲۳)

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے تو جو پرندے یا جانور یا انسان اس کا پھل کھاتے ہیں اس کا ثواب درخت لگانے والے کو ملتا

ہے۔

اسی سبب سے پھلدار درخت کو بے سبب کاٹنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناپسندیدہ فعل ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا دائرہ کتنا وسیع ہے وہ صرف انسانوں تک نہیں بلکہ تمام جاندار اور بے جان چیزوں تک پھیلا ہوا ہے۔

مگر ان تمام حقوق کی ادائیگی میں اسلام نے ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔ جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں انسانی حقوق کی نہ درجہ وار کوئی تفصیل ہے اور نہ انسان اور حیوان کے درمیان خط فاصل قائم کیا گیا ہے۔ مثلاً بدھ مت کی اخلاقی تعلیمات میں انسان اور حیوان کے اور پھر انسانوں میں اہل ملک، قوم، قبیلہ اور خاندان کی کوئی تمیز نہیں بلکہ مرنے والے سے رشتہ اور قرابت ہی کی اس میں کوئی دفعہ نظر نہیں آتی۔ اسی طرح ایک ہندو قانون میں جانور اور انسان کا قتل برابر کا درجہ رکھتا ہے اور ایک جانور بھی اپنی کسی منفعت رسائی کے باعث انسان کی ماں کا درجہ پاسکتا ہے۔ یہودیت اور عیسائیت میں تمام قرابت داروں کو چھوڑ کر صرف ماں باپ کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کی برترانہ اطاعت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن دوسرے قرابت داروں اور رشتہ داروں کو ان میں کوئی مرتبہ نہیں دیا۔ لیکن اسلام نے اس مسئلہ میں پوری تفصیل سے کام لیا ہے۔

اس ترتیب کا فلسفہ یہ ہے کہ ترتیب میں کن کا درجہ بڑھ کر ہے۔ مثلاً بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں جس میں تدریجی تعلقات کی ترتیب کا سوال پیش آتا ہے۔ شریعت محمدی نے اس فطری ترتیب کو ان آیتوں میں پیش کیا ہے۔

وبالوالدين احسانا وذي القربى واليتمى والمسكين والجار ذي القربى والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل وما ملكت ايمانكم .(۲۴)

(اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ اور بیگانہ پڑوسی کے ساتھ اور ساتھی کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور لونڈی غلام کے ساتھ۔)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

قل ما انفقتم من خير فللوالدين والاقربين واليتمى والمسكين وابن السبيل وما تفعلوا من خير فان الله به عليم ۔(۲۵)

(اے پیغمبر ان سے کہہ کہ تم جو خرچ کرو وہ اپنے ماں باپ اور عزیزوں اور یتیموں، غریبوں اور مسافروں کے لئے اور جو بھی نیکی کا کام کرو۔ اللہ اس سے آگاہ ہے)

والدین کا حق:-

دوسرے مذاہب کی طرح اسلام نے بھی سب سے زیادہ اہمیت ماں باپ کو دی ہے۔ اسلام سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں والدین کو بہت بڑا مقام ، گیا ہے۔ تورات میں توحید کی تعلیم کے بعد والدین کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

تم میں سے ہر ایک اپنی ماں اور اپنے آپ سے ڈرتا رہے۔(۲۶)

اور جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے مار ڈالا جائے گا اس نے اپنے باپ یا اپنی ماں لعنت کی ہے اس کا خون اسی پر ہے۔(۲۷)

اسی طرح انجیل میں بھی انہی احکامات کو دہرایا گیا ہے۔

نبوت محمدی ﷺ جس نے اخلاق کی تکمیل کی ہے میں ماں باپ میں سے ماں کو بڑا درجہ دیا گ ہے۔ عورت کی فطری کمزوری، بیچارگی اور حمل، وضع حمل اور تربیت اولاد کی تکلیفوں کو ہنسی خوش برداشت کرنا، ماں کی بڑائی، اس کی سب سے پہلے دلجوئی کرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ووصیناالانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امۃ کرھا و وضعتہ کرھا وحملہ وفصال ثلثوں شھرا(۲۸)

(اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، اس کی ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا اور پیٹ میں رکھنا اور دودھ پلا کر چھڑانا تیس مہینے میں)

ماں کی برتری ان احادیث سے واضح ہوجاتی ہے۔

عن ابی ھریرہ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہعلیہ وسلم فقال یا رسول من احق بحسن صحا بتی قال امک قال ثمہ من قال امک قال ثمہ من قال ابوک.

(ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور اکرم سے پوچھا کہ سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے۔ فرمایا تری ماں۔ تین بار پوچھنے پر ماں کہا اور چوتھی مرتبہ پوچھنے پر باپ کے لئے کہا)(۲۹)

ماں کی نافرمانی کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔(۳۰)

والدین کے متعلق ارشاد ہے کہ۔

(انہیں اف تک نہ کہو ان کے سامنے ادب سے جھکے رہو۔ ان کی دعاؤں کو اپنے حق میں قبول سمجھو انہی کی خدمت انسان کا سب سے بڑا جہاد ہے۔ بلکہ انہی کی خوشنودی سے خدا کی خوشنودی ہے)(۳۱)

واذا خذنا میثاق بنی اسرائیلل لاتعبدون الااللہ وبالوالدین احسانا

(اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم نہ اللہ کے علاوہ کسی کو پوجو گے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو گے)(۳۲)

حضرت ابراہیم نے اپنے غیر مسلم باپ کے لئے دعا کی۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب. (۳۳)

(اے میرے پروردگار مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے حساب والے دن سے)

اولاد کا حق:۔

جس طرح ماں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں اسی طرح اولاد کے حقوق بھی ماں باپ پر ہیں۔ اولاد کے حقوق کو ان حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ اصول تعلیم:۔

آنحضور نے نہایت چھوٹے سے فقرے میں وہ اصول بتا دیا ہے جو ان تمام حقوق کا نہایت جامع متن ہے۔

من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف حق کبرنا فلیس منا (۳۴)

(جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں)

اولاد کا سب سے پہلا حق اپنے والدین پر یہ ہے کہ جب خدا نے ان کی اولاد کی زندگی کا واسطہ ان کو بنایا ہے تو وہ بالقصد اس کے نقش زندگی کے مٹانے کا سبب نہ بنیں بلکہ اس کی حیات کی تکمیل اور اس کی نشوونما کی ترقی کے وہ تمام ذریعے مہیا کریں جو ان کی قوت اور استطاعت میں ہیں۔

۲۔ اولاد کشی کا انسداد:۔

عربوں میں معصوم بچوں کو مار ڈالنا اور زندہ گاڑ دینا عام تھا۔ دوسرے مذاہب میں بھی لڑکیوں کو مختلف مذہبی رسومات کی خاطر قربان کر دیا جاتا تھا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قدخسر الذین قتلوا اولادھم سفھا. (۳۵)

(گھاٹے میں ہیں وہ جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی سے قتل کیا۔) کچھ معاش کی تنگی کی وجہ سے اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ اس سے بھی منع فرمایا۔

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقکم وایاھم (۳۶)

(اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے مت مارو کیونکہ ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں۔ اور انہیں بھی)

اسلام نے حمل کو بالمقصد ضائع کرنے (اسقاط حمل) کو گناہ قرار دیا ہے اور ذریعہ حمل کے ضائع کرنے کو اچھا نہیں سمجھا ہے اور پیدا ہونے کے بعد اسے مار ڈالنے کی جاہلانہ رسم کو جڑ سے اکھاڑنے کی پوری کوشش کی ہے۔

۳۔ رضاعت وحضانت:۔

اولاد کے جینے کا حق تسلیم کرنے کے بعد پہلا فرض یہ ہے کہ اس کی نشوونما اور دودھ پلانے کے حق کو تسلیم کیا جائے اور اسے خود مختار ہونے تک اس کی پرورش کی جائے۔ اسلام نے رضاعت وحضانت کی ذمہ داری باپ پر ڈالی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ۔

والوالدت یرضعن اولادہن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة وعلی المولودله رزقهن وکسوتهن بالمعروف. (۳۷)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ یہ مدت اس کے لئے جو ہے جو چاہے کہ رضاعت کی مدت پوری کرے اور لڑکے والے (باپ) کو ان دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا کپڑا دستور کے مطابق واجب ہے۔

اسی طرح اسلام میں رضاعی والدہ کا رتبہ بھی ماں کے برابر ہے۔

وامهاتکم التی ارضعناکم واخواتکم من اررضعة

(اور تمہاری وہ مائیں تم پر حرام ہے جنھوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں۔)(۳۸)

۴۔ تعلیم و تربیت:۔

ظاہری اور جسمانی نشوونما کے بعد اولاد کی باطنی تربیت بھی شریعت کا مطلوب ہے۔

قرآن پاک میں ہے۔

یایهاالذین آمنواقوانفسکم واهلیکم ناراً (۳۹)

(اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔

یہ خاندان کے بزرگ کا کام ہے کہ وہ اپنے خاندان کی تعلیم و تربیت کرے اور انہیں راہ راست دکھائے اور ایسے لوگوں کے لئے قرآن پاک میں بشارت ہے۔

والذین یقولون ربناهب لنا من ازواجنا و ذریتناقرة اعین. (۴۰)

(اور (جنت کے مستحق ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما)

ایک سورۃ میں خدا ارشاد فرماتا ہے کہ نیک بندے جس طرح اپنے ماں باپ کے حق میں مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور ان کی خدمت کی توفیق چاہتے ہیں اسی طرح وہ اپنی اولاد کے حق میں اپنی کوششوں کی کامیابی کی بھی دعا کرتے ہیں۔ یعنی اولاد کو ہر طرح سے صالح بنانے کی تدبیر اور دعا بھی اچھے باپ کا فرض ہے۔

عن جابر بن سمره قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لان یودب الرجل ولده خیر من ان یتصدق بصاع (۴۱)

آپ نے ارشا فرمایا کہ باپ کا اپنے بچوں کو کوئی ادب سکھانا ایک صدقہ سے بہتر ہے،۔

ایک دفعہ فرمایا کہ۔

کوئی باپ اپنے بچہ کو اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کو اچھی تعلیم دے۔

اسلام سے پہلے جائیداد کے حق میں بڑے لڑکے کو ترجیح دی جاتی تھی۔ لیکن اسلام نے اس ترجیحی پہلو کی اصلاح کردی اور باپ کی نظر میں تمام لڑکوں کو برابر کا منصب حاصل ہوا۔

حقوق زوجین:۔

ماں باپ کے بعد قریب ترین تعلقات کی فہرست میں تیسرا درجہ زن و شوہر کا ہے۔ اسلام نے نکاح کو ہر عمر کے مرد و عورت کیلئے خیر و برکت کا سبب قرار دیا ہے۔

وانکحوالا یامی منکم والصعلین من عباد کم وامائکم. وان یکونو فقرآء یغنھم الله من فضله والله واسع علیم (۴۲)

(اور اپنے میں سے بن شوہر عورتوں کا اور اپنی لونڈیوں میں سے صالحوں کا نکاح کردیا کرو۔ اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ تعالی اپنی مہربانی سے غنی کردے گا اور اللہ تعالی گنجائش رکھنے والا اور علم والا ہے۔)

یعنی ازدواجی زندگی خیر و برکت کا ذریعہ ہے اس نکاح کا مقصد صرف ایک فرض کو ادا کرنا نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی رفاقت کے لئے اپنے ایک جنس مخالف کی تلاش ہوتی ہے اور یہ خدا کی بنائی ہوئی فطرت ہے۔ چنانچہ زن و شوہر کے باہمی اخلاص و محبت کو خدا نے اپنی نشانیوں میں سے ایک قرار دیا ہے۔ قرآن پاک نے بیوی کی رفاقت کو سکون کا نام دیا ہے۔ جو لوگ میاں بیوی میں تفرقہ

فیتعلمون منهما مایفرقون به بین ا المرء وزوجه ماله فی الاخره من خلاق. (۴۳)

تو وہ (یہود) ان سے وہ سیکھتے ہیں جس سے شوہر اور اس کی بیوی میں تفرقہ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں،۔

بیوی کو شوہر کی فرمانبرداری اور دلجوئی کرنی چاہیئے۔ اسلام میں مرد کو تھوڑا زیادہ مرتبہ اس لئے دیا ہے کہ وہ عورت کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتا ہے وہ عورت کا نگران ہے۔

مطلب یہ کہ کھلانے پلانے والا ہے۔

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن۔ (۴۴) (وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو)

اکثر عورتوں میں ضد اور ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔ جو ان کی فطری کمزوری یا عدم تربیت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بعض مرد سختی سے کام لیتے ہیں۔ مرد کو سختی کی بجائے نرمی سے کام لینا چاہیئے اور عورت کو پیار و محبت سے سمجھانا چاہیئے:

عن ابی هریره ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال المراه ماانصلع ان

اقمیتها کرتها وان استمتعت بها استمتعت بها وفیها عوج(۴۵)

عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو کہ ان کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے۔ جس سے اس کے اسی ٹیڑھے پن کے ساتھ کام لے سکو تو لے لو۔ اگر اس کو سیدھی کرنے کی کوشش کرو گے تو تم اس کو توڑ ڈالو گے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھ کر اس سے نفرت مت کرو۔ غور کرو گے تو اس کی کوئی دوسری اچھی بات نکل آئے گی۔(۴۶)

اسلام نے انسانی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ دیا ہے اور اندرونی ذمہ داریاں عورتوں پر عائد کردی ہیں اور بیرونی ذمہ داریاں مرد پر عائد کی ہیں۔ مرد عورتوں کی ضروریات کا کفیل ہے اور اگر وہ یہ ذمہ داریاں پوری نہ کرے تو عورت اس کے خلاف وصولی حق کا دعوی کر سکتی ہے اور بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ بھی لے سکتی ہے۔

اہل قرابت کے حقوق:۔

ماں باپ، اولاد اور زن و شوہر کے بعد درجہ بدرجہ دوسرے اہل قرابت کا حق ہے۔ عربوں کے محاورہ میں اس کا نام صلۂ رحمی ہے۔ محمد ﷺ کی اخلاقی تعلیم میں صلہ رحمی اور حقوق قرابت کی اہمیت دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

قرابت دار کو حق ادا کرو۔(۴۷)

واتی المال علی حبه ذوی القربی والیتیمی والمساکین وابن السبیل

(اور اصل نیکی اسکی ہے جس نے اپنے مال کو اسکی محبت پر قرابت مندوں کو دیا)(۴۸)

والدین کے اہل قرابت ہی ہماری امداد کے مستحق ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔

کہ جو صلہ رحمی یعنی قرابت کا حق ادا نہ کریگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا(۴۹)

احادیث میں اس کی بھی تشریح ہے کہ صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ جو بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کا جواب صلہ رحمی سے دے بلکہ یہ ہے کہ جو قطع رحم کرتا ہے اس کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے(۵۰) یعنی جو قرابت کا حق ادا نہیں کرتے ان کا حق ادا کیا جائے۔

ہمسایوں کے حقوق:۔

ہمسایہ اور پڑوسی وہ آدمی ہیں جو انسان کے قریب رہتے اپنے شب و روز گزارتے ہیں۔ انسانیت اور اس کے تمدن کی بنیاد ہی باہمی اشتراک عمل اور تعاون پر قائم ہے۔ اس دنیا میں ہر انسان دوسرے

انسان کی مدد کا محتاج ہے۔ اگر ایک بھوکا ہے تو دوسرے پر حق ہے کہ اپنے کھانے میں اس کو بھی کھلائے۔ اگر ایک بیمار ہے تو تندرست کو اس کی تیمارداری کرنی چاہیئے۔

اسلام نے اپنی اصولوں کو سامنے رکھ کر ہمسائیگی کے حقوق کی دفعات بنائی ہیں۔ عربوں میں دوسری قوموں سے زیادہ اسلام سے پہلے بھی پڑوس اور ہمسائیگی کے حقوق نہایت اہم تھے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وبالوالدین احساناوذی القربی والیتمی والمسکین والجارذی القربی والجارالجنب والصاحب بالجنب. (۵۱)

(اور (خدا نے) ہمسایہ قریب اور ہمسایہ بیگانہ اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ (نیکی) کا حکم دیا ہے۔)

پڑوسیوں میں محبت کی ترقی اور تعلقات کی استواری کا بہترین دریعہ باہم ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ ہے۔

ایک مسلمان کی مروت اور شریعت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ خود آرام سے رہے۔ اور اپنے پڑوسی کے رنج و تکلیف کی پرواہ نہ کرے۔ پڑوسی کے ساتھ بد سلوکی کرنا یا ریادتی کرنا سخت گناہ ہے انسان کی خوش خلقی اور بد خلقی کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ اس کو وہ اچھا کہے جو اس سے سب سے زیادہ قریب ہو۔ ہمسایہ خواہ غیر مسلم ہو اس کے ساتھ رویہ اچھا ہونا چاہیئے۔

یتیموں کے حقوق:۔

وہ کمسن بچہ جو باپ کے سایہ محبت سے محروم ہے۔ جماعت کے ہر رکن کا فرض ہے۔ کہ اس کو آغوش محبت میں لے۔ اس کو پیار۔ اسکی ہر طرح خدمت کرے۔ اس کے مال واسباب کی حفاظت کرے۔ اس کی تعلیم و تربیت کی فکر رکھے۔ عقل و شعور کو پہنچنے کے بعد اس کے باپ کی متروکہ جائیداد کو اس کو واپس دے اور یتیم لڑکیوں کی حفاظت اور ان کی شادی بیاہ کی مناسب فکر رکھے۔

یہ وہ احکام ہیں جو مکہ کا یتیم پیغمبر اپنے ساتھ لایا۔ عربوں میں روزانہ کے قتل و غارت اور بدامنی کے سبب سے یتیموں کی کثرت تھی۔ قرآن پاک میں ان سے بد سلوکی کا ذکر بار بار ہے۔

ارءیت الذی یکذب بدیں فذلک الذی یدع البتیم. (۵۲)

(کیا تو نے اسکو دیکھا جو انصاف کو جھٹلاتا ہے یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔)

آنحضرت ﷺ جب تک مکہ میں بے بسی کے عالم میں رہے یتیموں کے متعلق اخلاقی ہدایتیں دیتے رہے۔

یہ لوگ قرآن نے یتیموں کی پرورش اور ان کے ساتھ نیک سلوک اور احسانکرنے کی ہدایت کی ہے۔ خیرات وصدقات کے بہترین مصرف قرار دیئے گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی ان تعلیمات نے عرب کی فطرت بدل دی۔ عرب یتیموں کے ساتھ بہت ہمدرد ہوگئے۔ صحابہؓ نے جائیدادوں کی حفاظت میں فیاضی اور سیر چشمی کا پورا پورا ثبوت دیا آج بھی دنیا کے شہر شہر میں یتیم خانے قائم ہیں۔

بیماروں کے حقوق:۔

دنیا میں ایک اور کمزور طبقہ جو ہماری ہمدردی کا مستحق ہے ان ہمدردی کے لائق انسانوں کی دیکھ بھال، خدمت، غم خواری اور تیمار داری بھی انسانیت کا فرض ہے اور اس فرض کا نام عربی میں عبادت ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

ولا علی المریض حرج (۵۳)، اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے۔

اسلام میں بیمار کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ بیٹھکر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر بیٹھنے کی قوت نہ رہے تو لیٹ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جب خدا نے اس سے اپنے حقوق معاف کردیئے تو بندوں کو بھی کسی حد تک ان سے اپنے اخلاقی مطالبہ میں کمی کردینی چاہیئے۔

اسلام نے مسلمانوں کو بیماری کی تکلیف کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرنے کی حالت میں غم کی بجائے خوشخبری بنادی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بیماروں کی عیادت کی خاص تاکید فرمائی ہے:

عن ابی هریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال من نفس عن مسلم کربة من کرب الدنیا نفس اللّٰہ عنه کربة من کرب یوم القیامة"

(جو آدمی کسی مسلمان کسی کے دنیوی غم کو ہلکا کرے گا خدا اس کے اخروی غم کو ہلکا کرے گا (۵۴)

آپ مسلم و غیر مسلم کی تفریق کے بغیر عیادت کو جایا کرتے تھے۔

غلاموں کے حقوق

انسانیت کے کمزور اور ناتواں طبقوں میں غلاموں کی بھی ایک جماعت ہے۔ اسلام نے غلاموں کی آزادی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی تحریک کا لازمی جز بنالیا ہے۔ غلاموں کی آزادی کو بڑے ثواب کا کام قرار دیا ہے۔ حضرت عائشہ علیہا السلام نے صرف ایک قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کردیئے۔(۵۵) شرک کی ممانعت کے بعد خدا کا دوسرا حکم یہ ہے کہ انسانوں کے ساتھ نیکی کی جائے۔ غلام کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور اتنا کام نہ دو کہ اس پر بھاری ہوجائے (۵۶)

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں فوجی افسروں کو حکم دیا تھا کہ رومی و عجمی آزاد غلام جو مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کو ان کے قدیم آقاؤں کے خاندان میں شمار کرو۔ (۵۷)

ان تعلیمات نے ان غلاموں کو غلام نہیں بلکہ اسلام کا سردار اور مملکتوں کا بادشاہ بنادیا۔

مسلمانوں کے باہمی حقوق

اسلام نے مسلمانوں کے باہمی حقوق کو بہت اہمیت دی ہے۔ اسلام نے مدت کے بچھڑوں کو ملادیا۔ دشمنوں کو بھائی بھائی بنادیا اور خاندانی وقبائلی یگانگی سے بڑھ کر اسلام نے رواداری کی یگانگی ان کے اندر پیدا کردی۔

اللہ تعالیٰ مقتول کے رشتہ داروں کو قاتل کا بھائی قرار دے کر اس کے جذبہ رحم کی تحریک فرماتا ہے۔ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی غیبت حرام ہے۔ دوسروں سے کینہ حرام ہے۔ دوسروں پر شفقت کرنی چاہیئے دوسروں کو جھک کر ملنا چاہیئے۔

نافع عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علیناالسلاح فلیس منا

ایک اور موقع پر فرمایا، جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں، (۵۸)

اگر دو مسلمانوں میں کسی ناراضگی کے سبب بول چال بند ہو جائے تو آنحضور نے تین روز سے زیادہ ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ ک(۵۹)

عن ابوایوب انصاری عن رسول اللہصلی علیہ وسلم قال لایحل لرجل ان یھجراخاۃ فوق ثلث لیال فیلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا و خیر ھماالذی یبدا بالسلام

(ابوایوب انصاری رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں

کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین راتیں گزریں اور دو مسلمان ملیں ایک دوسرے سے اعراض کرتے ہوئے بہتر وہ ہے جو سلام سے آغاز کرے

ایک دفعہ ارشاد ہوا کہ مومن کو لعنت بھجنایااس پر کفر کی تہمت لگانااس کے قتل کے برابر ہے۔(۶۰) فرمایا ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، اس کے چھینکنے پر کہنا کہ خدا تم پر رحمت بھیجے۔ اس کی دعوت کو قبول کرنا، بیمار ہو تو عیادت کرنا اور مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ چلنا۔ (۶۱)

یہ کم سے کم حقوق ہیں جن سے دو مسلمانوں کے درمیان خوش خلقی اور حسن تعلق کا اندازہ ہوتا ہے

یہ تمام حقوق جن کے جزئیات کا احاطہ نہیں ہوسکتا اسلامی برادرانہ الفت ومحبت کے ضمن میں کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ جن کے بغیر مومن کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

حوالہ جات

۱۔ امام راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، کتاب الحا، مادہ حق کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ عبدالرشید نعمانی، لغات القران، مادہ حق دارالاشاعت، کراچی۔

۳۔ ابن منظو افریقی، لسان العرب، مادہ حق، نشر ادب الحوزہ قم ایران

۴۔ مجدالدین الفروز آبادی، القاموس المحیط، مادہ حق، دارالماعون مصر طبع چہارم ۱۹۳۸ء

۵۔ محمد فرید وجدی، دائرۃ المعارف ج ۳ مادہ حق المطبعہ المثنی بغداد طبع چہارم ۱۹۶۷ء

۶۔ وحید الزمان لغات الحدیث، مادہ حق، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۷۔ The Oxford Engligh Dictionary Word Right,Volume viii Clarendom press Oxford 1970,

8.Bashir Ahmad Prectical Dictionary word right, kitabistan Publkishing Camp Lahore.

۹۔ عبیداللہ بن مسعود المعروف صدر الشریعہ، التوضیح التلویح معہ حاشیہ لتوشح ص ۶۳۶، ۶۳۷

۱۰۔ محمد عبدالحکیم، نور الانوار مع حاشیہ مولوی عبدالحلیم، سعید کمپنی، کراچی ۱۹۸۷ء، ص ۲۶۶

۱۱۔ حمیدالدین فراہی، مجموعہ تفاسیر فراہی، طبعہ اول مکتبہ جماعت اسلامی لاہور، ص ۴۹۹

۱۲۔ حفظ الرحمن سیوہاروی، اخلاق و فلسفہ اخلاق مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص ۲۴۷، ۲۴۶

۱۳۔ Herold, J Laski, A Grammar A PoliticsGeorge Allen A unwin Ltd Ldondon. 1963 P 1963

۱۴۔ T. H Green, Prindiple A Political Obligatons.george Allen and Unwin litd London 1970, P 110.

۱۵۔ Encydopeadia of Religion and Ethices Volume V word Right, Charles scribness, son New Yourk, 198.

۱۶۔ John Burke, Law Dictionary Sweet Maxwell London 1976P 295.

۱۷۔ القران الحکیم، اندرایات ۱۹:۵۱

۱۸۔ القران الحکیم، بنی اسرائیل ۲۶:۱۷

۱۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، سن طباعت ۱۹۶۱ء، ج ۱ ص ۲۶۵

۲۰۔ ایضاً
۲۱۔ القرآن الحکیم، البقرہ ۲:۲۹
۲۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، مطبوعہ ۱۹۶۱ء، ج:۱، ص:۳۱۲
۲۳۔ ایضاً
۲۴۔ القرآن الحکیم، انساء ۴:۳۶
۲۵۔ القرآن الحکیم، البقرہ ۲:۲۱۵
۲۶۔ احبار ۱۹:۳
۲۷۔ احبار ۲۰:۳
۲۸۔ القرآن الحکیم، الاحقاف ۴۶:۱۵
۲۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۲، جز ۲۴، ص ۸۸۳
۳۰۔ بخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۸۸۴
۳۱۔ القرآن الحکیم، (بنی اسرائیل) ۱۷:۲۴-۲۳
۳۲۔ القرآن الحکیم، (البقرہ) ۲:۸۳
۳۳۔ القرآن الحکیم، (ابراہیم) ۱۴:۴۱
۳۴۔ ابوداؤد، سنن، مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان، ج ۲، ص ۳۲۸
۳۵۔ القرآن الحکیم، (الانعام) ۶:۱۴۰
۳۶۔ القرآن الحکیم، بنی اسرائیل ۱۷:۳۱
۳۷۔ القرآن الحکیم، (البقرہ) ۲:۲۳۳
۳۸۔ القرآن الحکیم، انساء ۴:۲۳
۳۹۔ القرآن الحکیم، التحریم ۶۶:۶
۴۰۔ القرآن الحکیم، الفرقان ۲۵:۷۴
۴۱۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع فاروقی کتب خانہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، ج ۲، ۱۷
۴۲۔ القرآن الحکیم، (النور) ۲۴:۳۲
۴۳۔ القرآن الحکیم، (البقرہ) ۲:۱۰۲
۴۴۔ القرآن الحکیم، (البقرہ) ۲:۱۸۷

۴۵- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۹۷۷

۴۶- مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح نیشاپوری، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۱، ص

۴۷- القرآن الحکیم، (بنی اسرائیل) ۱۷: ۲۶

۴۸- القرآن الحکیم، (البقرہ) ۲: ۱۷۷

۴۹- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۸۵۵

۵۰- ایضا، ص ۸۸۶

۵۱- القرآن الحکیم، (النساء) ۴: ۳۶

۵۲- القرآن الحکیم، (الماعون) ۱۰۷: ۲۱

۵۳- القرآن الحکیم، (النور) ۲۴: ۶۱

۵۴- ابوداؤد سنن، مکتبہ امدادیہ ملتان، ج ۲، ص ۳۲۸

۵۵- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۸۹۷

۵۶- ایضا، ص ۸۹۴

۵۷- ابوعبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال مطبوعہ مصر، ص ۲۳۵

۵۸- نووی، محی الدین ابوذکریا، صحیح مسلم بشرح النووی، شرح علی النووی علی صحیح مسلم، مطبوعہ التراث العربی بیروت لبنان، ج ۱، ص ۸۹۶

۵۹- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۸۹۶

۶۰- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۸۹۳

۶۱- علی بن سلطان محمد القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، مکتبہ امدادیہ ملتان، ج ۷، ص ۴۸